خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

سوموار 07 دسمبر 2020ء | 21 ربیع الثانی 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:289

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں رتی برابر بھی غرور اور گھمنڈ ہو گا۔ ایک شخص بولا کہ ہر ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو، (تو کیا یہ بھی غرور اور گھمنڈ ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال یعنی خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ غرور اور گھمنڈ یہ ہے کہ انسان حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان بَابُ تَحْرِیمِ الْکِبْرِ وَبَیَانِهٖ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

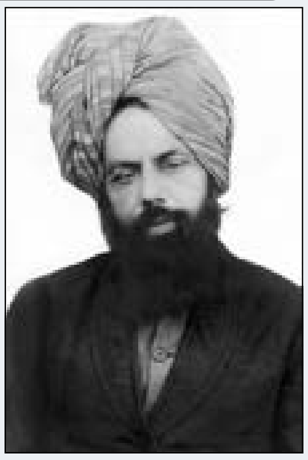

تیری عاجزانہ راہیں اُسے پسند آئیں

ہماری جماعت کو اس پر توجہ کرنی چاہئے کہ ذرا سا گناہ خواہ کیسا ہی صغیرہ ہو جب گردن پر سوار ہو گیا تو رفتہ رفتہ انسان کو کبیرہ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔ طرح طرح کے عیوب مخفی رنگ میں انسان کے اندر ہی اندر ایسے رَچ جاتے ہیں کہ ان سے نجات مشکل ہو جاتی ہے۔ انسان جو ایک عاجز مخلوق ہے اپنے تئیں شامتِ اعمال سے بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کبر اور رعونت اس میں آجاتی ہے۔ اللہ کی راہ میں جب تک انسان اپنے آپ کو سب سے چھوٹا نہ سمجھے، چھٹکارا نہیں پاسکتا۔ کبیرؔ نے سچ کہا ہے۔

بھلا ہوا ہم نیچ بھئے ہر کو کیا سلام جے ہوتے گھر اُونچ کے ملتا کہاں بھگوان

یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم چھوٹے گھر میں پیدا ہوئے۔ اگر عالی خاندان میں پیدا ہوتے تو خدا نہ ملتا۔ جب لوگ اپنی اعلیٰ ذات پر فخر کرتے تو کبیر اپنی ذات بافندہ پر نظر کر کے شکر کرتا۔ (البدر میں ہے:۔ ’’جب لوگ اپنی اپنی ذات پر فخر کرتے تو کبیر اپنی قوم چمار پر نظر کر کے شکر کرتا۔‘‘

پس انسان کو چاہئے کہ ہر دم اپنے آپ کو دیکھے کہ مَیں کیسا ہیچ ہوں۔ میری کیا ہستی ہے۔ ہر ایک انسان خواہ کتنا ہی عالی نسب ہو مگر جب وہ اپنے آپ کو دیکھے گا بہرنہج وہ کسی نہ کسی پہلو میں بشرطیکہ آنکھیں رکھتا ہو تمام کائنات سے اپنے آپ کو ضرور بالضرور ناقابل وہیچ جان لے گا۔ انسان جب تک ایک غریب وبیکس بڑھیا کے ساتھ وہ اخلاق نہ برتے جو ایک اعلیٰ نسب عالی جاہ انسان کے ساتھ برتتا ہے یا برتنے چاہئیں اور ہر ایک طرح کے غرور و رعونت وکبر سے اپنے آپ کو نہ بچاوے وہ ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

جس قدر نیک اخلاق ہیں تھوڑی سی کمی بیشی سے وہ بد اخلاقی میں بدل جاتے ہیں۔ اللہ جلّشانہٗ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کے لیے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنی دعا۔ جب کوئی شخص بکا وزاری سے اس دروازہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ مولائے کریم اُس کو پاکیزگی وطہارت کی چادر پہنا دیتا ہے اور اپنی عظمت کا غلبہ اُس پر اس قدر کر دیتا ہے کہ بیجا کاموں اور ناکارہ حرکتوں سے وہ کوسوں بھاگ جاتا ہے۔ کیا سبب ہے کہ انسان باوجود خدا کو ماننے کے بھی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا؟ درحقیقت اس میں دہریت کی ایک رگ ہے اور اس کو پورا پورا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر وہ جانتا کہ کوئی خدا ہے جو حساب کتاب لینے والا ہے اور ایک آن میں اس کو تباہ کر سکتا ہے تو وہ کیسے بدی کر سکتا ہے۔ اس لیے حدیث شریف میں وارد ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا درآنحالیکہ وہ مومن ہے اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا درآنحالیکہ وہ مومن ہے۔ بدکرداریوں سے نجات اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ یہ بصیرت اور معرفت پیدا ہو کہ خدا تعالیٰ کا غضب ایک ہلاک کرنے والی بجلی کی طرح گرتا اور بھسم کرنے والی آگ کی طرح تباہ کر دیتا ہے۔ تب عظمت الٰہی دل پر ایسی مستولی ہو جاتی ہے کہ سب افعال بد اندر ہی اندر گداز ہو جاتے ہیں۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 314 تا 315 ایڈیشن 1988 مطبوعہ ربوہ)

ارشاد باری تعالیٰ

وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ۚ اِنَّکَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ وَلَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا

(بنی اسرائیل:38)

ترجمہ:۔ اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ تُو یقیناً زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور نہ قامت میں پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

بعض لوگ کنویں کے مینڈک ہوتے ہیں، اپنے دائرہ سے باہر نکلنا نہیں چاہتے۔ اور وہیں بیٹھے سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم بڑی چیز ہیں۔ اس کی مثال اس وقت مَیں ایک چھوٹے سے چھوٹے دائرے کی دیتا ہوں، جو ایک گھریلو معاشرے کا دائرہ ہے، آپ کے گھر کا ماحول ہے۔ بعض مرد اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کر رہے ہوتے ہیں کہ روح کانپ جاتی ہے۔ بعض بچیاں لکھتی ہیں کہ ہم بچپن سے اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہیں اور اب ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔ ہمارے باپ نے ہماری ماں کے ساتھ اور ہمارے ساتھ ہمیشہ ظلم کا رویہ رکھا ہے۔ باپ کے گھر میں داخل ہوتے ہی ہم سہم کر اپنے کمروں میں چلے جاتے ہیں۔ کبھی باپ کے سامنے ہماری ماں نے یا ہم نے کوئی بات کہہ دی جو اس کی طبیعت کے خلاف ہو تو ایسا ظالم باپ ہے کہ سب کی شامت آجاتی ہے۔ تو یہ تکبر ہی ہے جس نے ایسے باپوں کو اس انتہا تک پہنچا دیا ہے اور اکثر ایسے لوگوں نے اپنا رویہّ باہر ایسا رکھا ہوتا ہے، بڑا اچھا رویہ ہوتا ہے ان کا اور لوگ باہر سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ان جیسا شریف انسان ہی کوئی نہیں ہے۔ اور باہر کی گواہی ان کے حق میں ہوتی ہے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو گھر کے اندر اور باہر ایک جیسا رویہ اپنائے ہوئے ہوتے ہیں ان کا تو ظاہر ہو جاتا ہے سب کچھ۔ تو ایسے بدخُلق اور متکبر لوگوں کے بچے بھی، خاص طور پر لڑکے جب جوان ہوتے ہیں تو اس ظلم کے ردّ عمل کے طور پر جو انہوں نے ان بچوں کی ماں یا بہن یا ان سے خود کیا ہوتا ہے، ایسے بچے پھر باپوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ایک وقت میں جا کر جب باپ اپنی کمزوری کی عمر کو پہنچتا ہے تو اس سے خاص طور پر بدلے لیتے ہیں۔ تو اس طرح ایسے متکبرانہ ذہن کے مالکوں کی اپنے دائرہ اختیار میں مثالیں ملتی رہتی ہیں۔ مختلف دائرے ہیں معاشرے کے۔ ایک گھر کا دائرہ اور اس سے باہر ماحول کا دائرہ۔ اپنے اپنے دائرے میں اگر بقیہ صفحہ 09 پر

اس شمارہ میں

دربارِ خلافت

شانِ احمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

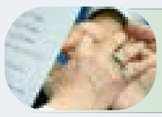

دربارِ خلافت

حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کے بیان فرمودہ بعض واقعات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، حضرت مصلح موعودؓ کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں:۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت میر حسام الدین صاحب جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑا تعلق تھا، آپ ان کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے بیٹے میر حامد شاہ صاحب کے بیٹے کے نکاح کے موقع پر یہ بیان کیا۔ کہتے ہیں کہ: میر حامد شاہ صاحب جماعت میں خصوصیت رکھنے کے علاوہ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔) ان کے والد حکیم حسام الدین صاحب کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس وقت سے واقفیت تھی جبکہ آپ اپنے والد کے بار بار کے تقاضے سے تنگ آ کر ملازمت کے لئے سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے۔ میر حسام الدین صاحب سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے تو آپ سے تعلق پیدا ہوا۔ فرماتے ہیں کہ وہاں کچہری کی چھوٹی سی ملازمت پر کئی سال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام رہے۔ انہی ایام میں حکیم حسام الدین صاحب سے تعلقات ہوئے اور آخر وقت تک تعلقات قائم رہے۔ یہ تعلقات صرف انہی کے ساتھ نہ رہے بلکہ ان کے خاندان کے ساتھ بھی رہے۔ (ان کے بعد میر حامد شاہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلے میں خاص لوگوں میں شمار ہوتے رہے۔) ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حضرت میر حامد شاہ صاحب کے بارے میں ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب ایک درویش مزاج آدمی ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ بہرحال حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ’’تاہم حکیم حسام الدین صاحب کے ساتھ جو ابتدا کے تعلقات تھے۔ اس مثال سے ان کی خصوصیت نظر آتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعویٰ کے بعد سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ حکیم حسام الدین صاحب کو آپ کے تشریف لانے کی بہت خوشی ہوئی۔ انہوں نے ایک مکان میں آپ کے ٹھہرانے کا انتظام کیا۔ لیکن جس مکان میں آپ کو ٹھہرایا گیا اس کے متعلق جب معلوم ہوا کہ اس کی چھت پر منڈیر کافی نہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیالکوٹ سے واپسی کا ارادہ فرما لیا۔

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 326-327)

(منڈیر کے بارے میں بھی یہ یاد رکھنا چاہئے۔ حدیث میں بھی آیا ہے کہ ایسی چھتیں جن کی منڈیر نہ ہو ان چھتوں کے اوپر سونا نہیں چاہئے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی النوم علیٰ سطح غیر محجر حدیث نمبر 5041)

اور اس زمانے میں گرمیوں میں لوگ چھتوں پر سویا کرتے تھے کیونکہ پنکھے وغیرہ کا تو انتظام نہیں ہوتا تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دیکھا کہ چھت کی منڈیر نہیں ہے تو آپ نے فرمایا یہ گھر تو صحیح نہیں ہے۔ آپ نے واپسی کا ارادہ فرما لیا۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ) ’’اور اس وقت میرے ذریعے سے ہی باہر مَردوں کو لکھ دیا کہ کل ہم واپس قادیان چلے جائیں گے۔ نیز یہ بھی بتلا دیا کہ یہ مکان ٹھیک نہیں کیونکہ اس کی چھت پر منڈیر نہیں۔ اس خبر کے سننے پر احباب جن میں مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ تھے راضی بقضاء معلوم دیتے تھے لیکن جونہی حکیم حسام الدین صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کس طرح واپس جاتے ہیں۔ چلے تو جائیں اور فوراً زنانہ دروازے پر حاضر ہوئے اور اطلاع کرائی کہ حکیم حسام الدین حضرت صاحب سے ملنے آئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوراً باہر تشریف لے آئے۔ حکیم صاحب نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور اس لئے واپس تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ یہ مکان مناسب نہیں۔ (مکان کے متعلق انہوں نے عرض کیا کہ) مکان کے متعلق تو یہ ہے کہ تمام شہر میں سے جو مکان بھی پسند ہو اسی کا انتظام ہو سکتا ہے۔ رہا واپس جانا تو کیا آپ اس لئے یہاں آئے تھے کہ فوراً واپس چلے جائیں اور لوگوں میں میری ناک کٹ جائے۔ اس بات کو ایسے لب و لہجے میں انہوں نے کہا اور اس زور کے ساتھ کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بالکل خاموش ہو گئے اور آخر میں کہا اچھا ہم نہیں جاتے۔‘‘

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 3 صفحہ 326-327۔ خطبہ نکاح بیان فرمودہ 19 اکتوبر 1933ء)

ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے کہا کہ میں آپ کا بہت مداح ہوں لیکن ایک بہت بڑی غلطی آپ سے ہوئی ہے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کہنے لگا کہ) آپ جانتے ہیں کہ علماء کسی کی بات نہیں مانا کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر مان لی تو ہمارے لئے موجب ہتک ہو گی۔ لوگ کہیں گے یہ بات فلاں کو سوجھی اور اِنہیں نہ سوجھی۔ اس لئے ان سے منوانے کا یہ طریق ہے کہ ان

بقیہ صفحہ 10 پر

شانِ احمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

زندگی بخش جامِ احمد ہے
کیا ہی پیارا یہ نامِ احمد ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقامِ احمد ہے
باغِ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلامِ احمد ہے
ابنِ مریمؑ کے ذکر کو چھوڑو
اُس سے بہتر غُلامِ احمد ہے

(درثمین)

آج کی دعا

بِسۡمِ اللّٰہِ الۡکَبِیۡرِ، أَعُوۡذُ بِاللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ، مِنۡ شَرِّ عِرۡقٍ نَعَّارٍ، وَمِنۡ شَرِّ حَرِّ النَّارِ

(ابنِ ماجہ کِتَابُ الطِّبِّ بَابُ مَا یُعَوَّذُ بِہٖ مِنَ الۡحُمّٰی حدیث نمبر ۳۵۲۶)

ترجمہ: ’’کبریائی والے اللہ کے نام سے۔ میں عظمت والے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، جوش مارتی رگ کے شر سے اور آگ کی گرمی کے شر سے۔‘‘

یہ پیارے رسولِ کریم ﷺ کی بخار اور دردوں میں شفایابی کی دعا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلۡحُمّٰی کِیۡرٌ مِنۡ کِیۡرِ جَہَنَّمَ، فَنَحُّوۡھَا عَنۡکُمۡ بِالۡمَاءِ الۡبَارِدِ

(ابنِ ماجہ کِتَابُ الطِّبِّ بَابُ الۡحُمّٰی مِنۡ فَیۡحِ جَہَنَّمَ فَابۡرُدُوۡھَا بِالۡمَاءِ حدیث نمبر ۳۴۷۵)

ترجمہ: ’’بخار جہنم کی ایک دھونکنی ہے۔ اسے ٹھنڈے پانی کے ذریعے سے دور ہٹاؤ۔‘‘

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

بخار جہنم کا ایک ٹکڑا ہے اسے بجھا دو یعنی ٹھنڈا کر دو اپنے سے، ٹھنڈے پانی کے ذریعہ سے۔ (مسند احمد)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 04؍ دسمبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اپنی تنگ دستی اور غربت کے باوجود زہد وقناعت کا نمونہ دکھایا کرتے تھے

پاکستان کے احمدیوں کے ناگزیر مخالفانہ حالات کے پیش نظر خصوصی دعا کی تحریک

چار مرحومین مکرم کمانڈر چودھری محمد اسلم صاحب آف کینیڈا، محترمہ شاہینہ قمر صاحبہ اہلیہ قمر احمد شفیق صاحب ڈرائیور نظارت علیا اور ان کے بیٹے عزیزم ثمر احمد اور مکرمہ سعیدہ افضل کھوکھر صاحبہ اہلیہ محمد افضل کھوکھر صاحب شہید کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 04؍ دسمبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یو کے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم رانا عطاء الرحیم صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِانور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت علیؓ کا ذکر چل رہا تھا۔ آج بھی اسی سلسلے میں بیان کروں گا۔حضرت علیؓ کی مؤاخات کے متعلق روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ مکّے میں مہاجرین کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی پھر ہجرتِ مدینہ کے بعد آنحضور ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی، ان دونوں مواقع پر حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنا بھائی قرار دیا۔حضرت علیؓ غزوۂ بدر سمیت، سوائے غزوۂ تبوک کے تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شامل ہوئے۔غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اہل و عیال کی نگہداشت کے لیے مقرر فرمایا تھا۔حضرت سعد بن عبادہؓ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عَلَم بردار ہوتے تھے مگر جب لڑائی کا وقت آتا تو حضرت علیؓ جھنڈا لے لیتے۔

غزوۂ عشیرہ، جمادی الاوّل دو ہجری کے موقعے پر حضرت عمّار بن یاسرؓ اور حضرت علیؓ ایک جگہ مٹی پر لیٹ کر سوئے ہوئے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے آپ دونوں کو اپنے پاؤں کے مَس سے جگایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں دو بدبخت ترین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ پہلا شخص قومِ ثمود کا اوحیمر تھا جس نے صالحؑ کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں جبکہ دوسرا وہ شخص ہے جو اے علیؓ! تمہارے سر پر وار کرے گا یہاں تک کہ خون سے داڑھی تر ہوجائے گی۔

غزوۂ سفوان، جسے بدر الاولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ غزوہ جمادی الآخر 2 ہجری میں پیش آیا اس موقعے پر آپؐ نے حضرت علیؓ کو سفید جھنڈا عطا فرمایا تھا۔

غزوۂ بدر 2 ہجری کے موقعے پر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت بسبس بن عمروؓ کو مشرکین کی خبر دریافت کرنے کے لیے بدر کے چشمے پر بھیجا تھا۔ اسی طرح جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور کفّار کی جانب سے مبارزت طلب کی گئی تو کئی انصاری نوجوانوں نے اس کا جواب دیا۔ آنحضور ﷺ نے پہلی مڈھ بھیڑ میں انصار کو شمولیت سے روکا اور یہ پسند فرمایا کہ آپؐ کے چچا کی اولاد اور آپؐ کی قوم سے یہ شوکت ظاہر ہو۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے بنو ہاشم! اٹھو اور اپنے حق کے لیے لڑو۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہ بن حارثؓ کھڑے ہوئے۔حضرت علیؓ نے اپنے مدمقابل ولید اور حضرت حمزہؓ نے عتبہ کو قتل کر دیا جبکہ حضرت عبیدہ بن حارثؓ کے مقابل شیبہ نے حملہ کرکے آپؓ کی ٹانگ زخمی کر دی لیکن اسے بھی حضرت علیؓ اور حمزہؓ نے قتل کر ڈالا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ جنگِ بدر کے ذکر میں حضرت علیؓ کا یہ بیان نقل فرماتے ہیں کہ مجھے لڑتے ہوئے آنحضرت ﷺ کا خیال آتا تو مَیں آپؐ کے سائبان کی طرف بھاگ جاتا۔ لیکن جب بھی گیا مَیں نے آپؐ کو سجدے میں گڑگڑاتے ہوئے پایا۔

حضرت فاطمہؓ، آنحضرت ﷺ کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ عزیز تھیں۔ جب ان کی عمر کم و بیش پندرہ سال ہوئی تو شادی کے پیغامات آنا شروع ہوگئے۔حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی درخواست کی مگر آنحضرت ﷺ نے عذر کر دیا۔ جس پر ان دونوں بزرگوں نے یہ سمجھ کر کہ آنحضرت ﷺ کا ارادہ حضرت علیؓ کے متعلق معلوم ہوتا ہے، حضرت علیؓ کو تحریک کی۔ جب حضرت علیؓ نے آنحضور ﷺ سے درخواست کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تو اس سے متعلق خدائی اشارہ ہوچکا ہے چنانچہ حضرت فاطمہؓ کی مرضی معلوم کرنے کے بعد حضرت علیؓ کی شادی حضرت فاطمہؓ سے ذوالحجّہ 2 ہجری میں ہوئی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے مہر کی ادائیگی کے متعلق دریافت فرمایا اور جنگِ بدر کی مغانم میں ملنے والی زرہ فروخت کرکے اس کے انتظام کی ہدایت فرمائی۔

حضورِانور نے حق مہر کے ذکر پر فرمایا کہ اس کا مطلب ہے کہ یہ فوری حق ہے۔ اس کا طلاق یا خلع سے کوئی تعلق نہیں، اگر عورتیں مطالبہ کر دیتی ہیں تو یہ ان کا حق ہے، اسی وقت دینا چاہیے۔

حضرت فاطمہؓ کے جہیز میں ایک بیل دار چادر، ایک چمڑے کا گدیلا، ایک مشکیزہ اور ایک روایت کے مطابق جہیز میں ایک چکّی بھی شامل تھی۔ آنحضور ﷺ کے ارشاد پر حضرت علیؓ نے عارضی طور پر ایک مکان کا انتظام کیا اور اسی مکان میں حضرت فاطمہؓ کا رخصتانہ ہوگیا۔

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اپنی تنگ دستی اور غربت کے باوجود زہد وقناعت کا نمونہ دکھایا کرتے تھے۔ چکّی چلانے کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں تکلیف ہوگئی تھی، ان ہی دنوں آنحضور ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے تھے چنانچہ حضرت فاطمہؓ نے آپؐ سے اپنی تکلیف کا اظہار فرمایا۔ آنحضور ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ کیا مَیں تم دونوں کو جو تم نے مانگا ہے اس سے بہتر بات نہ بتاؤں۔ جب تم دونوں اپنے بستروں پر لیٹو تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر، تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس دفعہ الحمد للہ کہا کرو۔ یہ تم دونوں کے لیے خادم سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اس واقعے کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اموال کی تقسیم میں ایسے محتاط تھے۔ اگر آپؐ چاہتے تو حضرت فاطمہؓ کو خادم دے سکتے تھے لیکن آپؐ نے احتیاط سے کام لیا اور نہ چاہا کہ ان اموال سے اپنے رشتے داروں کو دیں۔ کیونکہ ممکن تھا کہ آئندہ لوگ اس سے کچھ کا کچھ نتیجہ نکالتے اور بادشاہ اپنے لیے اموال الناس کو جائز سمجھ لیتے۔

رسول اللہ ﷺ ایک رات حضرت علیؓ اور اپنی بیٹی فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور تہجد کی نماز کی نسبت استفسار فرمایا کہ کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے۔حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ چاہے کہ ہمیں اٹھائے تو ہمیں اٹھاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تہجد پڑھا کرو اور اٹھ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑے اور راستے میں بار بار قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتے جاتے وَکَانَ الۡاِنۡسَانُ اَکۡثَرَ شَیۡءٍ جَدَلًا۔ یعنی انسان اکثر اپنی غلطی تسلیم کرنے سے گھبراتا اور مختلف قسم کی دلیلیں دے کر اپنے قصور پر پردہ ڈالتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ اللہ! کس لطیف طرز سے حضرت علیؓ کو آپؐ نے سمجھایا کہ آپؓ کو یہ جواب نہیں دینا چاہیے تھا۔ کوئی اَور ہوتا تو بحث شروع کر دیتا کہ میری پوزیشن اور رتبہ دیکھو۔ پھر اپنے جواب کو دیکھو کیا تمہیں یہ حق پہنچتا تھا کہ اس طرح میری بات کو ردّ کر دو۔ یہ نہیں تو کم سے کم بحث شروع کر دیتا کہ تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے کہ انسان مجبور ہے اور اس کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ جبر کا مسئلہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔ لیکن آپؐ نے ان دونوں طریقوں سے کوئی بھی اختیار نہ کیا۔ اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کے اخلاق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ اوّل تو یہ کہ آنحضرت ﷺ کو دین داری کا کتنا خیال تھا کہ رات کے وقت پھر کر اپنے قریبیوں کا خیال رکھتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ رات میں پوشیدہ وقت پر اپنی بیٹی اور داماد کو اِس تعلیم کی نصیحت کرنا بتاتا ہے کہ آپؐ کو اُس تعلیم پر کامل یقین تھا جو آپ دنیا کے سامنے پیش کر رہے تھے۔

حضورِانور نے حضرت علیؓ کا ذکر آئندہ جاری رہنے کا ارشاد فرمانے کے بعد پاکستان کے حالات میں مزید سختی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض حکومتی افسران مولویوں کے پیچھے چل کر، ان کے ساتھ گٹھ جوڑ کرکے جس حد تک نقصان پہنچاسکتے ہیں، پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لیے خاص طور پر دعا کریں۔ ربوہ میں رہنے والے احمدی ہوں یا پاکستان کے دوسرے شہروں میں بسنے والے احمدی، ہر جگہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ شریروں کے شر سے محفوظ رکھے اور ان کے منصوبے جو نہایت بھیانک اور خطرناک منصوبے ہیں ان سے بچا کے رکھے اور ان لوگوں کی پکڑ کے اب جلد سامان فرمائے۔ آمین

خطبے کے آخر میں حضورِانور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے چار مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

پہلا ذکر مکرم کمانڈر چوہدری محمد اسلم صاحب کا تھا جو 2؍ نومبر کو کینیڈا میں وفات پاگئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم 1929ء میں پیدا ہوئے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی سے آپ نے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی زیرِ سرپرستی فزکس میں ایم ایس سی کی تھی۔ مرحوم کو پاکستان بحریہ سے وابستہ ہوکر کلیدی عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ 1993ء میں وقف بعد از ریٹائرمنٹ کی درخواست دی اور متعدد خدمات کی توفیق پائی۔ پسماندگان میں اہلیہ اور تین بیٹے شامل ہیں۔

دوسرا جنازہ محترمہ شاہینہ قمر صاحبہ اہلیہ قمر احمد شفیق صاحب ڈرائیور نظارت علیا کا تھا۔ مرحومہ اپنے بیٹے عزیز ثمر احمد قمر کے ہمراہ 12؍ نومبر کو ایک حادثے میں وفات پاگئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ بوقتِ وفات مرحومہ کی عمر 38 برس اور عزیز ثمر احمد قمر کی عمر 17 برس تھی اور عزیز موصوف فرسٹ ایئر کے طالبِ عِلم تھے۔ مرحومہ کو جماعتی کاموں سے خاص لگاؤ تھا۔ اسی طرح عزیز ثمر احمد بھی خدام الاحمدیہ کے کاموں میں بہت فعال تھے۔

اگلا جنازہ مکرمہ سعیدہ افضل کھوکھر صاحبہ اہلیہ محمد افضل کھوکھر صاحب شہید کا تھا جو 12؍ ستمبر کو کینیڈا میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ کے بیٹے اشرف کھوکھر صاحب بھی شہید ہوئے تھے۔ مرحومہ نہایت صابرہ، مہمان نواز، غریب پرور خاتون تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

حضورِانور نے تمام مرحومین کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے دعا کی۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...☆...☆

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 13؍نومبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

چار مرحومین مکرم محبوب خان صاحب (شہید) پشاور پاکستان، مکرم فخر احمد فرخ صاحب مربی سلسلہ پاکستان اور ان کے بیٹے عزیزم احتشام احمد عبداللہ اور مکرم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب ریٹائرڈ اکنامک ایڈوائزر سٹیٹ بینک آف پاکستان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابہ حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت سماک بن خرشہ (ابودُجانہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج بدری صحابہ کا ذکر ہوگا۔ سب سے پہلے تو میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ دو خطبے پہلے حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں جو بیان ہوا تھا اس میں مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت تھی جس میں طاعون کے بارے میں کہا گیا تھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عنقریب تم شام کی طرف ہجرت کرو گے، اور وہ تمہارے ہاتھوں فتح ہو جائے گا لیکن وہاں پھوڑے پھنسیوں کی ایک بیماری تم پر مسلط ہو جائے گی جو آدمی کو سیڑھی کے پائے سے پکڑ لے گی۔ یہ ترجمے میں غلطی تھی صحیح طرح ترجمہ بیان نہیں ہو سکا تھا، اور اس سے بات واضح بھی نہیں ہوتی تو اس بارے میں صحیح ترجمے کے ساتھ جو روایت ہے وہ دوبارہ بیان کرتا ہوں۔

اسماعیل بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ شام کی طرف ہجرت کرو گے۔ وہ تمہارے لیے فتح کیا جائے گا۔ وہاں تم لوگوں میں ایک بیماری ظاہر ہوگی جو پھوڑے یا سخت کاٹنے والی ایک چیز کی طرح ہوگی۔ وہ انسان کی ناف کے نچلے حصے میں ظاہر ہوگی۔ اب جو یہ ہے کہ ’’سیڑھی کے پائے سے پکڑے گی‘‘ یہ ترجمہ جو مختلف الفاظ کا ہوتا ہے پہلے غلط کیا گیا تھا۔ اصل ترجمہ یہ ہے کہ وہ انسان کی ناف کے نچلے حصہ میں ظاہر ہوگی۔ جس طرح ناف کے نچلے حصے میں ٹانگ کے اوپر اور درمیان جسم کے ایک پھوڑا نکلتا ہے۔ فرمایا کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو شہادت عطا کرے گا اور اس کے ذریعہ ان کے اعمال کو پاک کرے گا۔ پھر حضرت معاذؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ معاذ بن جبل نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو اسے اور اس کے گھر والوں کو اس سے وافر حصہ دے۔ اس پر ان سب کو طاعون ہو گئی حتیٰ کہ ان میں ایک بھی نہ بچا۔ آپؓ کی شہادت کی انگلی پر طاعون کا دانہ نکلا تو آپؓ نے کہا کہ میں ہرگز خوش نہ ہوں گا کہ مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ ملیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۷ صفحہ ۳۱۷ مسند معاذ بن جبل حدیث ۲۲۴۳۹ عالم الکتب بیروت ۱۹۹۸ء)

تو یہ درستی تھی۔ ترجمہ جو پرنٹ ہو رہا ہے اور الفضل میں بھی چھپتا ہے اس میں تو کر دی گئی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کے سامنے بھی پیش کر دوں۔

اس کے بعد اب جو ذکر چل رہا تھا وہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا تھا۔ اب وہی ذکر دوبارہ شروع ہوتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن میرے والد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ آپؓ کا مُثلہ کیا گیا تھا یعنی جسم کے اعضاء کاٹ دیے گئے تھے خاص طور پر کان اور ناک۔ آپ کی میت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی گئی تو کہتے ہیں کہ میں ان کے چہرے سے کپڑا اٹھانے لگا تو لوگوں نے مجھے منع کیا۔ پھر لوگوں نے ایک عورت کی چیخنے کی آواز سنی تو کسی نے کہا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بیٹی ہیں۔ ان کا نام حضرت فاطمہ بنت عمرو تھا یا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بہن تھیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت رو کیونکہ فرشتے مسلسل اس پر اپنے پَروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ۳ صفحہ ۹۵۴-۹۵۵، عبداللہ بن عمرو، دارالجیل بیروت ۱۹۹۲ء)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کو جب احد کے روز لایا گیا تو میری پھوپھی ان پر رونے لگی تو میں بھی رونے لگا۔ لوگ مجھے منع کرنے لگے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع نہیں فرمایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اس پر رویا نہ رو، اللہ کی قسم! فرشتے اس پر مسلسل اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے تھے یہاں تک کہ تم نے اسے دفن کر دیا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ۳ صفحہ ۹۵۶، عبداللہ بن عمرو، دارالجیل بیروت ۱۹۹۲ء)

غزوۂ احد کے شہداء کی نمازِ جنازہ کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں اکٹھا رکھتے اور پھر پوچھتے کہ ان میں سے کون قرآن زیادہ جاننے والا تھا۔ جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لحد میں پہلے رکھتے یعنی قبر میں پہلے اتارتے اور فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں اور ان کو ان کے خونوں میں ہی دفن کرنے کا حکم دیتے۔ نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الشہید حدیث نمبر ۱۳۴۳)

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت (یہ بھی بخاری کی روایت ہے جو میں نے پڑھی تھی) میں حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ پڑھا۔ بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کا جنازہ غزوۂ احد کے آٹھ سال بعد پڑھا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الشہید حدیث نمبر ۱۳۴۴)

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الاحد حدیث نمبر ۴۰۴۲)

سنن ابن ماجہ میں بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے شہداء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس دس شہداء کا جنازہ پڑھتے اور حضرت حمزہؓ کی میت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی موجود رہتی جبکہ باقی شہداء کو لے جایا جاتا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی الصلاۃ علی الشہداء ودفنھم حدیث نمبر ۱۵۱۳)

سنن ابوداؤد میں بیان ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے شہداء کو غسل نہیں دیا گیا اور ان کو ان کے خون یعنی زخموں سمیت دفنا دیا گیا اور ان میں سے کسی کی بھی نمازِ جنازہ نہیں ادا کی گئی۔

(سنن ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی الشہید یغسل حدیث نمبر ۳۱۳۵)

سنن ابوداؤد ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت حمزہؓ کے اور کسی شہید کا جنازہ نہیں پڑھا۔

(سنن ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی الشہید یغسل حدیث نمبر ۳۱۳۷)

سنن ترمذی کی روایت میں حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا۔ (سنن ترمذی ابواب الجنائز باب ما جاء فی قتلیٰ احد و ذکر حمزۃ حدیث نمبر ۱۰۱۶)

سیرت ابن ہشام اور سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہداء کا جنازہ اس طرح ادا کیا کہ سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ آپؐ نے نمازِ جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔ سیرت حلبیہ کے مطابق چار تکبیریں کہیں۔ اس کے بعد باقی شہداء کو ایک ایک کر کے لایا جاتا اور حضرت حمزہؓ کی میت کے ساتھ رکھا جاتا اور آپؐ ان دونوں کی نمازِ جنازہ ادا فرماتے اور اس طرح تمام شہداء کی نمازِ جنازہ ایک بار اور حضرت حمزہؓ کی نمازِ جنازہ بہتّر بار اور بعض کے نزدیک بانوے بار ادا کی گئی۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ ۳۹۵-۳۹۶، غزوۂ احد، دار ابن حزم بیروت ۲۰۰۹ء)

(السیرۃ الحلبیۃ جلد ۲ صفحہ ۳۳۷، باب ذکر مغازیہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

سیرت کی ایک کتاب دلائل النبوہ میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی میت کے پاس نوشہداء کو اکٹھا لایا جاتا اور ان کی نماز جنازہ ادا کی جاتی۔ پھر ان نو (۹) کو لے جایا جاتا اور مزید نوشہداء کو لایا جاتا اور اس طرح ان تمام شہداء کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپؐ نے ہر دفعہ نماز جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔

(دلائل النبوہ جزء ۳ صفحہ ۲۸۷، اجاد الحرب و ماظہر من الآثار فی حال الشہداء، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۲ء)

سیرتِ حلبیہ اور دلائل النبوۃ میں غزوۂ احد کے شہداء کی نماز جنازہ کی احادیث کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور ان دونوں کتب میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت کہ ’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کو ان کے خونوں کے ساتھ ہی دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی‘‘ کو زیادہ مضبوط قرار دیا ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد ۲ صفحہ ۳۳۸، باب ذکر مغازیہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۲ء)

(دلائل النبوۃ جز ۳ صفحہ ۲۸۷-۲۸۸، اجاد الحرب و ماظہر من الآثار فی حال الشہداء، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۲ء)

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الشہید حدیث نمبر ۱۳۴۳)

حضرت امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ متواتر روایات سے یہ بات پختہ طور پر معلوم ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا اور جن روایات میں ذکر آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کا جنازہ پڑھا تھا اور حضرت حمزہؓ پر ستر تکبیرات کہی تھیں یہ بات درست نہیں ہے اور جہاں تک حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کا تعلق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال کے بعد ان شہداء کا جنازہ پڑھا تو اس روایت میں اس بات کا ذکر ہوا ہے کہ یہ آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری از علامہ ابن حجر عسقلانی جلد ۳ صفحہ ۲۴۹ مطبوعہ دار الریان للتراث قاہرہ ۱۹۸۶ء)

جیسا کہ میں نے کہا اس پر بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ کچھ اور بھی بیان کر دیتا ہوں۔

امام بخاری نے اپنی کتاب میں باب الصلوٰۃ علی الشہید یعنی شہیدوں کی نمازِ جنازہ کے عنوان سے باب باندھا ہے اور اس کے نیچے صرف دو حدیثیں لائے ہیں۔ پہلی حدیث جو کہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے اور اس میں واضح طور پر ذکر ہے کہ غزوۂ احد کے شہداء کو نہ غسل دیا گیا اور نہ ہی ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی جبکہ دوسری حدیث میں حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور احد کے شہداء پر نماز جنازہ کی طرز پر نماز پڑھی اور یہی حدیث بخاری میں ہی دوسری جگہ غزوۂ احد کے باب میں بھی آئی ہے وہاں یہی صحابی روایت کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِيَ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہداء پر آٹھ سال بعد اس طرح نماز پڑھی جیسے زندوں یا وفات پانے والوں کو الوداع کہا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الشہید حدیث ۱۳۴۳-۱۳۴۴)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد حدیث ۴۰۴۲)

اسی طرح علّامہ ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی اس سے یہ مراد ہے کہ کسی کی وفات پر لمبی مدت گزر جانے کے بعد اس کی قبر پر جنازہ نہیں پڑھا جاتا۔ امام شافعی کے نزدیک جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ آپؐ کے وصال کا وقت قریب ہے تو آپؐ نے ان شہداء کی قبروں پر جا کر انہیں الوداع کہتے ہوئے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کے لیے مغفرت طلب کی۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری از علامہ ابن حجر عسقلانی جلد ۳ صفحہ ۲۴۹ دار الریان للتراث قاہرہ ۱۹۸۶ء)

شہدائے احد کی تکفین اور تدفین کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب یہ لکھتے ہیں کہ

نعشوں کی دیکھ بھال کے بعد تکفین کا کام شروع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ’’جو کپڑے شہداء کے بدن پر ہیں وہ اسی طرح رہنے دیئے جائیں اور شہداء کو غسل نہ دیا جاوے۔ البتہ کسی کے پاس کفن کے لیے زائد کپڑا ہو تو وہ پہنے ہوئے کپڑوں کے اوپر لپیٹ دیا جاوے۔ نماز جنازہ بھی اس وقت ادا نہیں کی گئی۔ چنانچہ بغیر غسل دیئے اور بغیر نماز جنازہ ادا کئے شہداء کو دفنا دیا گیا۔ اور عموماً ایک ایک کپڑے میں دو دو صحابیوں کو اکٹھا کفنا کر ایک ہی قبر میں اکٹھا دفن کر دیا گیا۔ جس صحابی کو قرآن شریف زیادہ آتا تھا اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے ماتحت لحد میں اتارتے ہوئے مقدم رکھا جاتا۔‘‘ اور پھر لکھتے ہیں کہ ’’گو اس وقت نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی لیکن بعد میں زمانہ وفات کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر شہداءِ احد پر جنازہ کی نماز ادا کی۔‘‘ یہ آپؓ نے مختلف تاریخوں سے استنباط کیا ہے۔ یا نماز پڑھی گئی یا دعا کی گئی بھی ہوسکتا ہے لیکن بہرحال بڑے درد سے ان کے لیے نمازِ جنازہ ادا کی ’’اور بڑے دردِ دل سے ان کے لیے دعا فرمائی۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 501-502)

ہوسکتا ہے کہ دعا کی ہو۔ جس طرح پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ہر ایک کی قبر پہ جا کے دعا کی ہو اور بڑے درد سے ان کے لیے دعا فرمائی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے لیے غزوۂ احد کے چھ ماہ بعد قبر بنائی اور انہیں اس میں دفن کیا تو میں نے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں دیکھا سوائے ان کی داڑھی کے چند بالوں کے جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۴ عبد اللہ بن عمرو، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۳ء)

ایک دوسری جگہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے موقع پر ایک قبر میں دو لوگوں کو دفن کیا گیا اور میرے والد کے ساتھ بھی ایک صحابی کو دفن کیا گیا۔ چھ ماہ گزر گئے پھر میرے دل نے چاہا کہ میں انہیں الگ قبر میں اکیلا دفن کروں۔ چنانچہ میں نے انہیں قبر سے نکالا تو میں نے دیکھا کہ زمین نے ان کے جسم میں کچھ بھی تغیر نہیں کیا تھا سوائے ان کے کان کے گوشت میں سے تھوڑا سا۔

(الطبقات الکبریٰ جزء ۳ صفحہ ۴۲۵، عبد اللہ بن عمرو، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۹۹۰ء)

غزوۂ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت امیر معاویہ نے اپنے دورِ حکومت میں نہر جاری کی جس کا پانی غزوۂ احد کے شہداء کی قبروں میں داخل ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ اور حضرت عمرو بن جموحؓ کی قبر میں بھی پانی داخل ہو گیا۔ جب ان کی قبر کھودی گئی تو ان پر دو چادریں پڑی ہوئی تھیں اور یہ روایت بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ان کے چہرے پر زخم تھا اور ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا اور پھر آگے جو روایت ہے وہ بہرحال محلِ نظر ہے۔ بیان تو مَیں کر رہا ہوں لیکن ضروری نہیں ہے کہ اس پہ تسلی بھی ہو۔ یہ کیونکہ بعض تاریخی کتابوں میں لکھا ہے اور پڑھنے والے بعض پڑھتے بھی ہیں اس لیے یہاں بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس میں کچھ مبالغہ بھی کیا گیا ہو۔ بہرحال وہ کہتے ہیں زخم سے جب ہاتھ ہٹایا گیا تو زخم سے خون جاری ہو گیا (جو ناممکن ہے)۔ ان کا ہاتھ واپس زخم پر رکھ دیا گیا تو پھر خون رک گیا۔ اس قسم کی روایتیں بھی بعض بیچ میں آ جاتی ہیں جو محلِ نظر ہوتی ہیں۔ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے قبر میں اپنے والد کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا گویا وہ سو رہے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جزو ۳ صفحہ ۴۲۴، عبد اللہ بن عمرو، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۹۹۰ء)

(کتاب المغازی جلد ۱ صفحہ ۲۶۷ مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۹۸۴ء)

حالانکہ چھ مہینے کے بعد جب انہوں نے نکالا تھا اس وقت بھی وہ کہتے ہیں گوشت پر کچھ اثر تھا تو چھیالیس سال بعد تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نہ اثر ہوا ہو اور ہڈیاں نہ رہ گئی ہوں اور یہ قانونِ قدرت ہے۔ اس طرح نہیں ہوسکتا کہ جسم میں کوئی تغیر نہیں تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے تو آپؐ نے فرمایا اے جابر! کیا بات ہے مَیں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں؟ مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور وہ قرض اور اولاد چھوڑ گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس چیز کی خوشخبری نہ دوں جس سے اللہ نے تمہارے والد سے ملاقات کی ہے؟ میں نے عرض کی جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ نے فرمایا اللہ نے کسی سے کلام نہیں کیا مگر پردے کے پیچھے سے، جس سے بھی اللہ تعالیٰ نے کلام کیا پردے کے پیچھے سے کیا لیکن اللہ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور پھر ان سے آمنے سامنے ہو کر کلام کیا اور فرمایا اے میرے بندے! مجھ سے مانگ کہ میں تجھے دوں۔ انہوں نے عرض کی کہ اے میرے رب! مجھے دوبارہ زندہ کر دے تا کہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس موقعے پر حضرت عبد اللہ نے عرض کی کہ اے میرے رب! مَیں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ میری تمنا ہے کہ تو مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج تا کہ مَیں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر تیری راہ میں لڑوں اور تیری راہ میں دوبارہ مارا جاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ جو ایک بار مر جائیں وہ دنیا میں دوبارہ نہیں لوٹائے جائیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے اللہ سے عرض کی کہ اے میرے رب! میرے پیچھے رہنے والوں تک یہ بات پہنچا دے۔ اس موقعے پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ (آل عمران: 170) یعنی جو اللہ کی راہ میں مارے گئے تم

انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ انہیں ان کے رب کے ہاں رزق عطا کیا جارہا ہے۔

(سنن الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب تفسیر سورۃ آل عمران حدیث نمبر ۳۰۱۰)

(دلائل النبوۃ جزء ۳ صفحہ ۲۹۸، اجاد الحرب و ما ظہر من الآثار فی حال الشھداء، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۲ء)

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ۳ صفحہ ۹۵۵-۹۵۶، عبد اللہ بن عمرو، دار الجیل بیروت ۱۹۹۲ء)

حضرت جابر بن عبداللہؓ کے ضمن میں پہلے بھی یہ آیت مَیں بیان کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مکالمہ والے واقعے کی تفصیل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی ایک تقریر میں جو خلافت سے پہلے تھی اس طرح بیان کی ہے کہ

’’اس واقعہ میں طرح طرح کا حسن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور جس کروٹ سے اسے دیکھیں یہ ایک نئی رعنائی دکھاتا ہے۔ منجملہ اَور امور کے اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مسلسل آنحضورؐ کا رابطہ اپنے رب سے قائم تھا۔ بندوں پر بھی نظر شفقت فرما رہے تھے اور رب سے بھی دل ملا رکھا تھا۔ ایک پہلو اپنے صحابہ پر جھکا ہوا تھا تو دوسرا پہلو رفیقِ اعلیٰ سے پیہم وابستہ اور پیوستہ تھا۔ وہ وجود جو امن کی حالت میں ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی (النجم:9) کے افقِ اعلیٰ پر فائز رہا، جنگ کی حالت میں بھی ایک لمحہ اس سے الگ نہ ہوا۔ ایک نگاہ میدان حرب کی نگران تھی تو دوسری جمالِ یار کے نظارے میں مصروف تھی۔ ایک کان رحمت سے صحابہ کی طرف جھکا ہوا تھا تو دوسرا املاءِ اعلیٰ سے اپنے رب کا شیریں کلام سننے میں مصروف۔ دست با کار تھا تو دل بایار۔ آپؐ صحابہ کی دلداری فرماتے تھے تو خدا آپؐ کی دلداری فرما رہا تھا۔ عبداللہ بن عمروؓ کی قلبی کیفیت کی خبر دے کر دراصل اللہ تعالیٰ آپؐ کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ اے سب سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرنے والے! دیکھ! تیرا بھی کیسا عشق ہم نے اپنے عارف بندوں کے دل میں بھر دیا ہے کہ عالم گزراں سے گزر جانے کے بعد بھی تیرا خیال انہیں ستاتا ہے اور تجھے میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کے چلے جانے پر کس درجہ کبیدہ خاطر ہیں۔ تیرے مقابل پر انہیں جنت کی بھی حرص نہیں رہی۔ ان کی جنت تو بس یہی ہے کہ تیز تلواروں سے بار بار کاٹے جائیں مگر تیرے ساتھ رہیں، پھر تیرے ساتھ رہیں، پھر تیرے ساتھ رہیں۔‘‘

(خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) تقریر جلسہ سالانہ 1979ء، صفحہ 349-350)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ جب فوت ہوئے تو ان پر قرض تھا۔ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی۔ آپؐ ان کے قرض خواہوں کو سمجھائیں کہ وہ ان کے قرض میں سے کچھ کمی کر دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس خواہش کا اظہار کیا مگر انہوں نے کمی نہ کی۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی کھجوروں کی ہر ایک قسم کو الگ الگ کرو۔ عجوہ کھجور کی قسم کو علیحدہ رکھنا اور عِذقِ بن زَید کھجور کی قسم کو علیحدہ۔ پھر مجھے پیغام بھیجنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا۔ آپؐ تشریف لائے تو آپؐ کھجوروں کے ڈھیر پر یا ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کو ماپ کر دو۔ چنانچہ میں نے ان کو ماپ کر دیا یہاں تک کہ جو اُن کا حق تھا میں نے ان کو پورا دے دیا۔ پھر بھی میری کھجوریں بچ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب الکیل علی البایع و المعطی حدیث نمبر ۲۱۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ اپنے پسماندگان میں اپنے بیٹے حضرت جابر بن عبداللہؓ کے علاوہ چھ بیٹیاں چھوڑ کے گئے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے پسماندگان میں سات یا نو بیٹیاں چھوڑی تھیں۔

(سنن نسائی کتاب الوصایا باب الوصیۃ بالثلث حدیث نمبر ۳۶۶۶)

(بخاری کتاب النفقات باب عون المرأۃ زوجھا فی ولدہ حدیث نمبر ۵۳۶۷)

اب اگلا ذکر جن صحابی کا ہے ان کا نام ہے حضرت ابو دُجانہ۔ ابو دُجانہ حضرت سِماک بن خَرَشہؓ۔ حضرت ابو دُجانہؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو ساعدہ سے ہے۔ حضرت ابو دُجانہ کے والد کا نام خَرَشَہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اوس تھا اور ان کے دادا کا نام خرشہ تھا۔ حضرت ابو دُجانہ کی والدہ کا نام حَزمَہ بنت حَرمَلہ تھا۔ آپؓ اپنے نام کی نسبت اپنی کنیت ابو دُجانہ سے زیادہ مشہور تھے۔ حضرت ابو دُجانہ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام خالد تھا اور اس کی والدہ کا نام آمنہ بنت عمرو تھا۔

(اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۷ سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۱۹ اَبُوْدُجَانَہ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

حضرت عتبہ بن غزوانؓ مکے سے ہجرت کر کے جب مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت ابو دُجانہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۲۰ اَبُوْدُجَانَہ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

حضرت ابو دُجانہ غزوۂ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔

(اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۷ سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

حضرت ابو دُجانہؓ کا شمار انصار کے کبار صحابہ میں ہوتا تھا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۱۰ء)

جب جنگ ہوتی تو حضرت ابو دُجانہ بہت شجاعت کا اظہار کرتے اور وہ کمال کے گھوڑ سوار تھے۔ ان کے پاس سرخ رنگ کا ایک رومال تھا جسے وہ صرف جنگ کے وقت سر پر باندھتے تھے۔ جب وہ سرخ رومال سر پر باندھتے تو لوگوں کو علم ہو جاتا کہ اب وہ لڑائی کے لیے تیار ہیں۔ حضرت ابو دُجانہ کا شمار دلیر اور بہادر لوگوں میں ہوتا تھا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۵ صفحہ ۹۶ اَبُوْدُجَانَہ سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

محمد بن ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو دُجانہ جنگوں میں اپنے سرخ عمامے کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے اور غزوۂ بدر میں بھی یہ ان کے سر پر تھا اور محمد بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت ابو دُجانہ غزوۂ احد میں بھی اسی طرح شامل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور موت پر آپؐ سے بیعت کی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۲۰ اَبُوْدُجَانَہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

غزوۂ احد کے دن حضرت ابو دُجانہؓ اور حضرت مصعب بن عُمیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور دفاع کیا۔ حضرت ابو دُجانہ شدید زخمی ہو گئے تھے اور حضرت مصعب بن عمیرؓ اس دن شہید ہوئے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۴ صفحہ ۲۰۹ اَبُوْدُجَانَہ انصاری مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۱۰ء)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن ایک تلوار پکڑی اور فرمایا۔ مَنۡ یَاۡخُذُ مِنِّیۡ ھٰذَا؟ اسے مجھ سے کون لے گا؟ سب نے اپنے ہاتھ بڑھائے اور ان میں سے ہر ایک نے کہا۔ مَیں۔ مَیں۔ آپؐ نے پھر فرمایا: فَمَنۡ یَاۡخُذُہٗ بِحَقِّہٖ۔ کون اس کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ حضرت انسؓ کہتے ہیں اس پر لوگ رک گئے تو حضرت سِماک بن خَرَشہ ابو دُجانہؓ نے کہا کہ مَیں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے تلوار لی اور مشرکوں کے سر پھاڑ دیے۔ یہ مسلم کی حدیث ہے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل ابی دُجانہ سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ حدیث: ۶۳۵۳)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو دُجانہؓ نے پوچھا اس کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا اور اس کے ہوتے ہوئے کسی کافر کے مقابل پر نہ بھاگنا یعنی ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ اس پر حضرت ابو دُجانہؓ نے عرض کیا میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو دُجانہؓ کو تلوار دی تو انہوں نے اس سے مشرکین کے سر پھاڑ دیے۔ انہوں نے اس موقعے پر یہ اشعار پڑھے:

أَنَا الَّذِیۡ عَاھَدَنِیۡ خَلِیۡلِیۡ
وَنَحۡنُ بِالسَّفۡحِ لَدَی النَّخِیۡلِ
اَنۡ لَّا أَقُوۡمَ الدَّھۡرَ فِی الۡکَیُوۡلِ
أَضۡرِبۡ بِسَیۡفِ اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ

مَیں وہ ہوں جس سے میرے دوست نے وعدہ لیا ہے جبکہ ہم سَفح مقام پر کھجور کے درختوں کے پاس تھے اور وہ وعدہ یہ ہے کہ میں لشکر کی پچھلی صفوں میں نہ کھڑا ہوں اور اللہ اور رسولؐ کی تلوار سے دشمنوں سے لڑائی کروں۔ حضرت ابو دُجانہؓ تفاخرانہ چال چلتے ہوئے لشکر کی صفوں کے درمیان چلنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ ھٰذِہٖ مِشۡیَۃٌ یُبۡغِضُھَا اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا فِیۡ ھٰذَا الۡمُقَامِ۔ کہ یہ ایسی چال ہے جو اللہ عز وجل کو ناپسند ہے سوائے اس مقام کے یعنی جنگ کے موقعے پر۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ جلد ۷ صفحہ ۱۰۰ اَبُوْدُجَانَہ الانصاری دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۵ء)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۷ سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

حضرت زبیر بن عوامؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن ایک تلوار پیش کی اور فرمایا: مَنۡ یَاۡخُذُ ھٰذَا السَّیۡفَ بِحَقِّہٖ کہ کون ہے جو اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں میں کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے

اعراض فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کون ہے جو اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ میں۔ آپؐ نے پھر مجھ سے اعراض فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کون ہے جو اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ حضرت ابودُجانہ سِمَاک بن خَرَشَہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مَیں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں اور اس کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا اور اس کے ہوتے ہوئے کسی کافر سے نہ بھاگنا، ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار ابودُجانہ کو عطا فرمائی اور ابودُجانہ کی یہ عادت تھی کہ جب جنگ کا ارادہ کرتے تو سرخ رومال سر پر باندھ لیتے تھے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا آج میں دیکھوں گا کہ یہ کس طرح اس تلوار کا حق ادا کرتا ہے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ ابودُجانہ کے سامنے جو بھی آیا وہ اس کو ہلاک کرتے ہوئے اور کاٹتے ہوئے آگے بڑھنے لگے یہاں تک کہ وہ لشکر سے گزر کر ان کی عورتوں کے سروں پر جا پہنچے جو پہاڑ کے دامن میں دف بجا رہی تھیں اور ان میں سے ایک عورت یہ کہہ رہی تھی۔ یہ شعر پڑھ رہی تھی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم طارق صبح کے ستارے کی بیٹیاں ہیں جو بادلوں پر چلتی ہیں۔ اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم معانقہ کریں گی اور بیٹھنے کے لیے تکیے لگائیں گی اور اگر تم پیٹھ پھیر گئے تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی۔ یہ ایسی جدائی ہو گی کہ پھر تم میں اور ہم میں محبت کا کوئی تعلق باقی نہ رہے گا۔

حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابودُجانہ نے ایک عورت پر تلوار چلانے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا اور پھر روک لیا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو مَیں نے ان سے کہا مَیں نے تمہاری ساری لڑائی دیکھی ہے۔ تم نے ایک عورت پر ہاتھ اٹھایا اور پھر نیچے کر لیا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی تکریم کی کہ اس کے ذریعے کسی عورت کو قتل کروں۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ مَیں کسی عورت کے قتل کے لیے رسول کریم ﷺ کی تلوار استعمال کروں اس لیے مَیں رک گیا۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ یہ عورت ہند زوجہ ابوسفیان تھی جو دیگر عورتوں کے ساتھ مل کر گانے گا رہی تھی۔ جب اس پر حضرت ابودُجانہ نے اپنی تلوار بلند کی تو اس نے مدد کے لیے بلند آواز سے کہا اے صخر! لیکن کوئی مدد کو نہ آیا۔ حضرت ابودُجانہؓ نے اپنی تلوار نیچے کر لی اور واپس چلے گئے۔ حضرت زبیرؓ کے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ میں نے ناپسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے کسی عورت کو ماروں جس کا کوئی مددگار نہیں تھا۔

(المستدرك على الصحيحين جلد ۳ صفحہ ۴۴۰، ۴۴۱ كتاب معرفة الصحابه ذكر مناقب ابی دُجانہ روایت نمبر ۵۰۸۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۰۰۲ء)

(شرح علامہ زرقانی علی المواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۶، ۴۰۷ کتاب المغازی باب غزوۃ احد دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۶ء)

حضرت ابودُجانہؓ کے اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اسے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ مبارزت میں جب کفار قریش کو ہزیمت اٹھانی پڑی تو کفار نے یہ نظارہ دیکھا تو غضب میں آ کر عام دھاوا بول دیا۔ مسلمان بھی تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور دونوں فوجیں آپس میں گتھم گتھا ہو گئیں۔ غالباً اسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ کون ہے جو اسے لے کر اس کا حق ادا کرے؟ بہت سے صحابہ نے اس فخر کی خواہش میں اپنے ہاتھ پھیلائے۔ جن میں حضرت عمرؓ اور زبیر بلکہ بعض روایات کی رو سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ روکے رکھا اور یہی فرماتے رہے کہ کوئی ہے جو اس کا حق ادا کرے؟ آخر ابودُجانہ انصاری نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے عنایت فرمائیے۔ آپؐ نے یہ تلوار انہیں دے دی اور ابودُجانہ اسے ہاتھ میں لے کر تبختر کی چال سے یعنی بڑے فخر سے اور اکڑتے ہوئے کفار کی طرف آگے بڑھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا خدا کو یہ چال ناپسند ہے مگر ایسے موقع پر ناپسند نہیں۔ زبیر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لینے کے سب سے زیادہ خواہش مند تھے اور قرب رشتہ کی وجہ سے اپنا حق بھی زیادہ سمجھتے تھے، دل ہی دل میں پیچ و تاب کھانے لگے کہ کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ تلوار نہیں دی اور ابودُجانہ کو دے دی اور اپنی اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے انہوں نے دل میں عہد کیا کہ میں اس میدان میں ابودُجانہ کے ساتھ ساتھ رہوں گا اور دیکھوں گا کہ وہ اس تلوار کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ابودُجانہ نے اپنے سر پر ایک سرخ کپڑا باندھا اور اس تلوار کو لے کر حمد کے گیت گنگناتا ہوا مشرکین کی صفوں میں گھس گیا اور میں نے دیکھا کہ جدھر جاتا تھا گویا موت بکھیرتا جاتا تھا اور میں نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا جو اس کے سامنے آیا ہو اور پھر وہ بچا ہو۔ حتی کہ وہ لشکر قریش میں سے اپنا راستہ کاٹتا ہوا لشکر کے دوسرے کنارے نکل گیا جہاں قریش کی عورتیں کھڑی تھیں۔ ہند زوجہ ابوسفیان جو بڑے زور شور سے اپنے مردوں کو جوش دلا رہی تھی اس کے سامنے آئی اور ابودُجانہ نے اپنی تلوار اس کے اوپر اٹھائی جس پر ہند نے بڑے زور سے چیخ ماری اور اپنے مردوں کو امداد کے لیے بلایا مگر کوئی شخص اس کی مدد کو نہ آیا۔ زبیر کہتے ہیں کہ لیکن مَیں نے دیکھا کہ ابودُجانہ نے خود بخود ہی اپنی تلوار نیچی کر لی اور وہاں سے ہٹ آیا۔ زبیر روایت کرتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے ابودُجانہ سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ پہلے تم نے تلوار اٹھائی پھر نیچی کر لی۔ اس نے کہا کہ میرا دل اس بات پر تیار نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ایک عورت پر چلاؤں اور عورت بھی وہ جس کے ساتھ اس وقت کوئی مرد محافظ نہیں۔ زبیر کہتے ہیں میں نے اس وقت سمجھا کہ واقعی جو حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا ابودُجانہ نے ادا کیا ہے وہ شاید میں نہ کر سکتا اور میرے دل کی خلش دور ہو گئی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 489، 490)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ احد کی جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار پیش کی اور فرمایا یہ تلوار مَیں اس شخص کو دوں گا جو اس کا حق ادا کرنے کا وعدہ کرے۔ بہت سے لوگ اس تلوار کو لینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے ابودُجانہ انصاری کو وہ تلوار دی۔ لڑائی میں ایک جگہ مکہ والوں کے کچھ سپاہی ابودُجانہ پر حملہ آور ہوئے۔ جب آپ ان سے لڑ رہے تھے تب آپ نے دیکھا کہ ایک سپاہی سب سے زیادہ جوش کے ساتھ لڑائی میں حصہ لے رہا ہے۔ آپؓ نے تلوار اٹھائی اور اس کی طرف لپکے لیکن پھر اس کو چھوڑ کر واپس آ گئے یعنی حضرت دُجانہ نے تلوار اٹھائی، اس کی طرف لپکے لیکن پھر چھوڑ کے واپس آ گئے۔ آپ کے کسی دوست نے پوچھا کہ آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب اس کے پاس گیا تو اس کے منہ سے ایک ایسا فقرہ نکلا جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ مرد نہیں عورت ہے۔ ان کے ساتھی نے کہا۔ بہرحال وہ سپاہیوں کی طرح فوج میں لڑ رہی تھی پھر آپ نے اسے چھوڑا کیوں؟ ابودُجانہ نے کہا میرے دل نے برداشت نہ کیا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تلوار کو ایک کمزور عورت پر چلاؤں۔ حضرت مصلح موعودؓ پھر فرماتے ہیں کہ غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ادب اور احترام کی ہمیشہ تعلیم دیتے تھے جس کی وجہ سے کفار کی عورتیں زیادہ دلیری سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی تھیں مگر پھر بھی مسلمان ان باتوں کو برداشت کرتے چلے جاتے تھے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 421، 422)

ابودُجانہ کے متعلق مشہور مستشرق سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ جنگ کی ابتدا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار لی اور فرمایا کون یہ تلوار اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ عمر، زبیر اور بہت سے صحابہ نے لینے کی خواہش کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا۔ آخر میں ابودُجانہ نے عرض کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دے دی اور انہوں نے اس کے ساتھ کافروں کے سر تن سے جدا کرنے شروع کر دیے۔

(LIFE OF MAHOMET by Sir William Muir, pg: 269 Smith Elder& co, Waterloo place London 1878)

پھر وہ لکھتے ہیں کہ ’’مسلمانوں کے خطرناک حملوں کے سامنے مکی لشکر کے پاؤں اکھڑنے لگ گئے۔ قریش کے رسالے نے کئی دفعہ یہ کوشش کی کہ اسلامی فوج کے بائیں طرف عقب سے ہو کر حملہ کریں مگر ہر دفعہ ان کو ان پچاس تیر اندازوں کے تیر کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں خاص طور پر متعین کیے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی طرف سے احد کے میدان میں بھی وہی شجاعت و مردانگی اور موت و خطر سے وہی بے پروائی دکھائی گئی جو بدر کے موقعہ پر انہوں نے دکھائی تھی۔ مکہ کے لشکر کی صفیں پھٹ پھٹ جاتی تھیں جب اپنی خود کے ساتھ سرخ رومال باندھے ابودُجانہ ان پر حملہ کرتا تھا اور اس تلوار کے ساتھ جو اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دی تھی چاروں طرف گویا موت بکھیرتا جاتا تھا۔ حمزہؓ اپنے سر پر شترمرغ کے پروں کی کلغی لہراتا ہوا ہر جگہ نمایاں نظر آتا تھا۔ علیؓ اپنے لمبے اور سفید پھریرے کے ساتھ اور زبیرؓ اپنی شوخ رنگ کی چمکتی ہوئی زرد پگڑی کے ساتھ بہادرانِ الیڈ کی طرح جہاں بھی جاتے تھے دشمن کے واسطے موت و پریشانی کا پیغام اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ یہ وہ نظارے ہیں جہاں بعد کی اسلامی فتوحات کے ہیرو تربیت پذیر ہوئے۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 490)

یہ سارا بیان جو پہلے میں نے پڑھا ہے یہ سیرت خاتم النبیینؐ میں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد سے لوٹے تو اپنی بیٹی فاطمہ کو اپنی تلوار دی اور فرمایا اے بیٹی! اس سے خون کو دھو دو۔ حضرت علیؓ نے بھی اپنی تلوار ان کو دی اور کہا اس سے بھی خون دھو دو۔ اللہ کی قسم! آج اس نے میرا خوب ساتھ دیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے لڑنے کا حق ادا کر دیا ہے تو یقیناً سَہْل بن حُنَیف اور ابودُجانہ نے بھی لڑنے کا حق ادا کیا ہے۔ ایک روایت میں سَہْل بن حُنیف کی بجائے حارث بن صِمَّہ کا نام بھی آتا ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۷ سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۲۰ اَبُودُجَانَہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابودُجانہؓ کے پاس لوگ آئے جبکہ آپؓ بیمار تھے لیکن آپؓ کا چہرہ بہت چمک رہا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ آپؓ کا چہرہ کیوں چمک رہا ہے؟ تو حضرت ابودُجانہؓ نے کہا میرے اعمال میں سے میرے دو کام ایسے ہیں جو میرے نزدیک بہت زیادہ وزنی اور پختہ ہیں۔ پہلا یہ کہ میں کبھی ایسی بات نہیں کرتا جس کا مجھ سے تعلق نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ میرا دل مسلمانوں کے لیے ہمیشہ صاف رہتا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۲۰ اَبُودُجَانَہ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

حضرت ابودُجانہؓ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے مدینہ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کی سرکوبی کے لیے 12ھجری میں لشکر روانہ کیا۔ حضرت ابودُجانہؓ بھی اس لشکر کا حصہ تھے۔ حضرت ابودُجانہؓ نے جنگ یمامہ میں سخت لڑائی کی اور شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ بنو حَنِیْفَہ (قدیم عرب قبیلہ جس کے ایک بڑے حصے نے مسیلمہ کذاب کے زیر قیادت مدینہ کے خلاف بغاوت کی تھی) کا یمامہ میں باغ تھا جس میں محصور ہو کر وہ لڑ رہے تھے اور مسلمانوں کو اندر جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ حضرت ابودُجانہؓ نے مسلمانوں سے کہا کہ مجھے باغ کے اندر پھینک دو۔ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا لیکن ان کے دوسری طرف گرنے سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی لیکن پھر بھی وہ باغ کے دروازے پر لڑتے رہے اور مشرکین کو وہاں سے ہٹا دیا اور مسلمان اندر داخل ہو گئے۔ حضرت ابودُجانہؓ، مسیلمہ کذاب کے قتل میں عبداللہ بن زید اور وحشی بن حرب کے ساتھ شامل تھے اور یمامہ کے دن آپ نے شہادت پائی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۸ سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۴ صفحہ ۲۰۹ أَبُودُجَانَہ الانصاری مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۱۰ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۲۰ اَبُودُجَانَہ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 8 صفحہ 695 شعبہ اردو لاہور)

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابودُجانہؓ نے جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے وفات پائی تھی لیکن یہ روایت کمزور ہے۔ پہلی روایت زیادہ صحیح اور بکثرت مذکور ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۸ سِمَاکُ بِنْ خَرَشَہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

مَیں پہلے بھی یہ بیان کر چکا ہوں۔ یہاں پہ کچھ حصہ بیان کر دیتا ہوں جس کا حضرت ابودُجانہؓ سے تعلق ہے۔ ابودُجانہ انصاری تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ مدینہ کے رہنے والے تھے۔ ان کو بھی یہ اعزاز حاصل تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شامل ہوئے اور انتہائی بہادری کے جوہر دکھائے۔ اسی طرح احد کی جنگ میں بھی انہیں شمولیت کی توفیق ملی اور جنگ کا رخ پلٹنے کے بعد یعنی جب مسلمان پہلے جیت رہے تھے پھر رخ پلٹا اور ایک جگہ چھوڑنے کی وجہ سے کافروں نے دوبارہ حملہ کیا اور جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے خلاف ہو گیا تو جو صحابہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہ گئے تھے ان میں حضرت ابودُجانہؓ بھی شامل تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں یہ انتہائی زخمی بھی ہوئے لیکن ان زخموں کے باوجود یہ پیچھے نہیں ہٹے۔ ایک دفعہ بیماری میں اپنے ساتھی کو کہنے لگے کہ شاید میرے دو عمل اللہ تعالیٰ قبول کر لے ایک یہ کہ میں کوئی لغو بات نہیں کرتا۔ غیبت نہیں کرتا۔ لوگوں کے پیچھے ان کی باتیں نہیں کرتا۔ دوسرے یہ کہ کسی مسلمان کے لیے میرے دل میں کینہ اور بغض نہیں ہے۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 16 مارچ 2018ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ 06 تا 12 اپریل 2018ء جلد 25 شمارہ 14 صفحہ 5)

ان کا ذکر یہاں ختم ہوا۔

اب بعض مرحومین کا میں ذکر کروں گا اور ان کا نماز جنازہ بھی پڑھاؤں گا جن میں سے ایک شہید بھی ہیں جن کو گذشتہ دنوں شہید کیا گیا۔ مکرم محبوب خان صاحب ابن سید جلال صاحب ضلع پشاور۔ محبوب خان صاحب کو مخالفین احمدیت نے 8 نومبر 2020ء کو صبح آٹھ بجے شیخ محمدی گاؤں پشاور میں فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

تفصیلات کے مطابق محبوب خان صاحب چھ نومبر کو خوشحال ٹاؤن پشاور سے اپنی نواسی جو اپنی فیملی کے ہمراہ ملحقہ قصبہ شیخ محمدی میں رہتی ہے ان سے ملنے گئے۔ آٹھ نومبر کو واپسی کے لیے گھر سے نکلے۔ بس سٹاپ کے قریب پہنچے تھے کہ نامعلوم افراد نے تعاقب کر کے ان پر فائرنگ کر دی۔ ایک فائر سر میں پشت سے لگا اور گولی سامنے سے نکل گئی جس سے موقعے پر ہی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ وقوعے کے بعد قاتل فرار ہو گیا۔ شہید مرحوم کی عمر تقریباً 80 سال تھی۔ شہید مرحوم پبلک ہیلتھ انجنیئرنگ ڈیپارٹمنٹ سے 2002ء میں بحیثیت آفس سپرنٹنڈنٹ ریٹائرڈ ہونے کے بعد پنشنر کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ شہید مرحوم کے والد سید جلال صاحب نے 1930ء کی دہائی میں بیعت کی تھی۔ شہید مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔

مرحوم بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ تہجد کے پابند تھے۔ شرافت، ہمدردی اور مہمان نوازی کے علاوہ سخاوت میں نمایاں تھے۔ دعوت الی اللہ کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ پیغام حق پہنچانے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ جب کبھی ان سے احتیاط کی درخواست کی جاتی تو ان کا ایک ہی موقف ہوتا کہ اب تو ویسے بھی خدا کے حضور حاضر ہونے کا وقت ہے اگر شہادت مل گئی تو میرے لیے سعادت ہو گی۔ بہرحال ان کی یہ شہادت کی بھی خواہش پوری ہو گئی۔ محبوب خان صاحب شہید کی اہلیہ معراج بیگم صاحبہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے والد محمد سعید صاحب اور چچا بشیر احمد صاحب 1966ء میں شہید ہوئے تھے اور اب یہ سعادت آپ کے خاوند کو حاصل ہوئی۔ اس طرح آپ ایک شہید کی بیٹی، شہید کی بھتیجی اور ایک شہید کی اہلیہ ہیں۔

پسماندگان میں ان کی اہلیہ معراج بیگم صاحبہ ہیں۔ اس کے علاوہ دو بیٹے ہیں منور صاحب اور فضل احمد صاحب۔ دو بیٹیاں ہیں ذکیہ بیگم صاحبہ اور وحیدہ بیگم۔ دو پوتے، ایک پوتی، چھ نواسے اور چار نواسیاں شامل ہیں اور آپ کے چھوٹے بیٹے نے مائیکرو بائیالوجی میں پی ایچ ڈی کی ہے۔ وہ آسٹریلیا میں ہوتے ہیں۔ دوسرے جرمنی میں ہوتے ہیں۔ فضل احمد صاحب وہ بھی پڑھے لکھے ہیں۔ ایم اے انگلش ہیں۔

ان کے بیٹے منور خان صاحب کہتے ہیں کہ محبوب خان صاحب اپنے علاقے میں امن و امان کے قیام کے لیے سرگرداں رہتے تھے۔ بعض اوقات جھگڑے کی صورت میں دو گروہوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے اپنے پاس سے خون بہا بھی دے دیا کرتے تھے۔ آپ غرباء اور نادار لوگوں کی مدد کے لیے ہر دم تیار رہا کرتے تھے۔ لوگ اپنی ضروریات کے لیے بلا جھجک آپ سے رجوع کرتے اور آپ ان کی مدد کے لیے ہمیشہ اپنے پاس کچھ نہ کچھ نقدی اور اناج رکھا کرتے تھے۔ نہایت منکسر المزاج، خاموش طبع انسان تھے۔ نہایت صبر کرنے والے اور دوسروں کی تکلیف کا احساس کرنے والے تھے اور ہر دم ان کی مدد کے لیے تیار رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرماتا رہے اور ان کے لواحقین کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ فخر احمد فرخ صاحب مربی سلسلہ کا ہے، پاکستان میں تھے۔ یکم نومبر 2020ء کو شام سوا چھ بجے کے قریب یہ اپنے بیٹے احتشام عبداللہ کے ہمراہ احمد نگر سے آ رہے تھے کہ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں احمد نگر سے آتے ہوئے ان کی وفات ہوئی ہے۔ خطرناک ایکسیڈنٹ تھا دونوں باپ بیٹے کی موقعے پر وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے فخر صاحب موصی تھے۔ فخر صاحب کے والد سیف الرحمٰن صاحب نے خود بیعت کی۔ ان کے خاندان میں پہلے کوئی احمدی نہیں تھا۔ 1968ء میں انہوں نے بیعت کی تھی اور اپنے خاندان کے پہلے احمدی بنے۔ 1996ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد پاکستان میں مختلف مقامات پر فخر صاحب کو خدمت کی توفیق ملی پھر انہیں آئیوری کوسٹ مغربی افریقہ بھجوایا گیا اور پھر گذشتہ آٹھ سال سے یہ بطور مربی احمد نگر میں سلسلے کی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ ان کی شادی طاہرہ فخر صاحبہ سے ہوئی جو علی اصغر صاحب کی بیٹی ہیں۔ اس شادی سے ان کی چار بیٹیاں اور ایک بیٹا احتشام عبداللہ تھا جو اپنے والد کے ساتھ ہی ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گیا اور اب پیچھے ان کے لواحقین میں ان کی اہلیہ اور چار بیٹیاں ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی والدہ ہیں اور بہن بھائی ہیں۔ ان کی بیٹیاں وجیہہ امۃ السبوح، عزیزہ خافیہ فخر، ثمرین فخر اور مہرین فخر ہیں۔

فخر صاحب کی اہلیہ طاہرہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ ہماری شادی جب ہوئی تو مربی صاحب کی خوشاب کے ایک گاؤں میں پوسٹنگ تھی۔ یہ وہاں متعین تھے۔ اور جب میں وہاں سینٹر میں گئی تو انہوں نے مجھے مربی کی بیوی کے جو

فرائض ہوتے ہیں ان کے بارے میں بتایا اور سمجھایا کہ اب تم میرے ساتھ وقف ہو۔ تمہیں بھی جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔ اس طرح تربیت کی۔ اس کے بعد ان کی ٹرانسفر بدین ہوگئی۔ مربی صاحب تو پہلے چلے گئے۔ یہ کچھ عرصے کے بعد گئی ہیں تو کہتی ہیں جس دن میں وہاں پہنچی میں نے پہلے اطلاع بھی دی ہوئی تھی لیکن وہاں گئی تو مربی صاحب وہاں سینٹر میں، گھر میں نہیں تھے۔ میں مسجد میں باہر دھوپ میں بیٹھی رہی۔ پتہ لگا کہ کسی معلم کی اہلیہ بیمار ہیں اور اس کو خون دینے کی ضرورت ہے تو مربی صاحب خون دینے گئے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کو واپسی پہ پوچھا کہ سارا دن میں دھوپ میں بیٹھی رہی آپ کو پتہ تھا کہ میں اتنا لمبا سفر کر کے آرہی ہوں تو انہوں نے کہا کہ وہ کام بھی بڑا ضروری تھا اور مجھے سمجھایا کہ اس طرح قربانی کرنی چاہیے۔

آئیوری کوسٹ جب یہ گئے ہیں تو وہاں بھی خدمت دین کے کاموں کے ساتھ خدمت خلق کے بہت کام کرتے رہے اور ہمیشہ بیوی بچوں پر دین کو مقدم رکھا۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ میری طبیعت ایک دفعہ خراب ہوگئی۔ بیٹی کی پیدائش ہونے والی تھی۔ مربی صاحب میڈیکل کیمپ کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے حالت تشویشناک بتائی لیکن مربی صاحب مجھے چھوڑ کے چلے گئے اور صرف اتنا کہا کہ اللہ فضل کرے گا تم واقف زندگی کی بیوی ہو۔ تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ غرضیکہ مربی صاحب نے ہر معاملے میں دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ مہمان نوازی، خدمتِ خلق، خدمتِ دین کرنے والے تھے۔ اپنے پرائے سب سے پیار کرنے والے تھے۔ بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلق تھا۔ کوئی مسئلہ ہو خواہ گھریلو ہو یا خاندانی ہو، جماعتی ہو یا غیراز جماعت احباب کا ہو بڑی خوش اسلوبی سے سمجھاتے تھے۔ بچوں کو بھی یہ سمجھاتے تھے کہ تم واقف زندگی کے بچے ہو اور ایک مربی کی اولاد ہو اس لیے ہمیشہ دین کو دنیا پر ترجیح دینی ہے اور اپنا اچھا نمونہ پیش کرنا ہے۔

باسط صاحب آئیوری کوسٹ میں مربی ہیں کہتے ہیں کہ فخر صاحب بطور مبلغ آئیوری کوسٹ تشریف لائے۔ بہت ملنسار، ہنس مکھ، اچھی طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی شخصیت کی خاص بات ان کی دل موہ لینے والی گفتگو تھی جس سے ملتے اسے اپنا گرویدہ کر لیتے۔ پانچ سال تک اوے ریجن میں بطور مبلغ خدمت کی اور حسنِ اخلاق اور ہمدردی کی وجہ سے ہر چھوٹا بڑا آپ سے بہت تعلق رکھتا تھا اور ہمیشہ ذکر کرتا ہے۔ جلسہ سالانہ پر جانے کے لیے بعض غرباء کو کرایہ کی ادائیگی بھی خفیہ طور پر کر دیتے تھے۔ اور کہتے ہیں ان کے عرصۂ قیام کے دوران ان کی ریجن ہمیشہ حاضری میں اول رہی ہے۔ وہاں کے ایک لوکل معلم سارو ہارون صاحب ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ اڑھائی سال میں نے ان کے ساتھ کام کیا۔ بھائیوں کی طرح میرا خیال رکھا۔ جو بات خاص طور پر میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ انتہائی محنتی اور پر جوش مبلغ تھے۔ ہر کام بڑی ذمہ داری اور لگن سے کرتے تھے۔ جلد کام مکمل کرنے کی ایک دھن سوار ہوتی تھی چاہے وہ تبلیغ کا کام ہو، چندے کی وصولی کا ہو، جلسہ سالانہ کی تیاری کا ہو۔ تبلیغ کا یہ حال تھا کہ چاہتے تھے کہ ہر گاؤں میں جماعت کا پیغام جلد سے جلد پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی بیٹیوں اور بیوی کا بھی حافظ و ناصر ہو اور ہر پریشانی اور مشکل سے آئندہ ان کو بچائے۔

تیسرا جنازہ مربی فخر احمد فرخ صاحب کے بیٹے احتشام احمد عبداللہ کا ہے۔ یہ بھی جیسا کہ میں نے بتایا اپنے والد کے ساتھ ہی روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل تھے اور یہ آجکل فرسٹ ایئر میں پڑھ رہے تھے اور موصی تو نہیں تھے لیکن وصیت فارم فل (Fill) کیا تھا جمع نہیں کرایا تھا۔ بہرحال اگر فارم فل تھا تو کارپرداز اس پہ کارروائی کر سکتی ہے۔ ان کی والدہ کہتی ہیں میرا بیٹا بہت سی خوبیوں کا مالک تھا۔ نیک، صالح اور تابعدار تھا۔ وقفِ نو کی تحریک میں شامل تھا۔ نمازوں کا پابند تھا۔ زعیم صاحب خدام الاحمدیہ کے ہر حکم کی تعمیل کرتا اور ڈیوٹی وغیرہ بڑی خوش اسلوبی سے دیتا تھا اور جس دن اس نے وفات پائی اس دن بھی اس نے مسجد میں ڈیوٹی دی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

اور اگلا جنازہ مکرم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب ابن میاں عبداللطیف صاحب ربوہ کا ہے جو سٹیٹ بینک آف پاکستان کے ریٹائرڈ اکنامک ایڈوائزر تھے۔ 14/ ستمبر کو 92 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولوی محمد علی صاحب کے پوتے تھے۔ قادیان کے تعلیم الاسلام کالج کے پہلے بیچ میں شامل تھے۔ پارٹیشن کے بعد جب کالج لاہور منتقل ہوا تو تعلیم الاسلام کالج کے واحد طالبعلم تھے۔ بعد میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کی جانب سے سکالرشپ پر جارج واشنگٹن یونیورسٹی طالبعلم کی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ اس وقت وہ پوری یونیورسٹی میں میں اکنامکس میں پی ایچ ڈی کرنے کے لیے امریکہ چلے گئے اور وہاں مسجد فضل میں رہائش رکھی اور فارغ کر تبلیغی سرگرمیوں میں وہاں مصروف رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو پاکستان سے بے حد پیار تھا۔ انہوں نے اپنے کیریئر میں عالمی بینک جیسے بین الاقوامی اداروں کے ساتھ مستقل طور پر کام کرنے کے باوجود ہمیشہ پاکستان میں ہی رہ کر کام کا انتخاب کیا۔ لمبا عرصہ سٹیٹ بینک آف پاکستان میں کام کیا اور مشیر کی حیثیت سے، ایڈوائزر کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اپنے دور میں انہوں نے IMF اور ایشین ڈویلپمنٹ بینک جیسے اداروں کے ساتھ بہت ساری ملکی اور غیر ملکی اسائنمنٹس کامیابی کے ساتھ مکمل کیں۔ وزارتِ خزانہ میں بھی کچھ عرصہ کام کیا اور ایک وفاقی بجٹ بھی ان کی نگرانی میں تیار ہوا۔ آپ کو دو سال کے لیے آئی ایم ایف کی جانب سے سوڈان کی حکومت کے معاشی حالات، معاملات کے حل کے لیے خرطوم بھی بھجوایا گیا۔

سٹیٹ بینک سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد انہوں نے جماعت کی خدمت کی خاطر ربوہ میں رہنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ معاشیات اور مذہب سے متعلق معاملات سامنے آنے پر ان سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ یہ کمیٹی جو بنی ہوئی تھی اس میں میں بھی ان سے مشورہ لیتا رہا ہوں۔ اس معاملے میں بہت صائب الرائے تھے اور اچھے مضامین لکھتے تھے۔ بڑی گہری نظر سے ان کی ہر تحقیق ہوتی تھی اور اس پہ جو اس کا عملی حل ہے وہ پیش کیا کرتے تھے۔ ان کی بعض کتابیں بھی ہیں جن میں 'اسلام کی بنیادی باتیں' انگریزی میں ہے۔ 'اسلام، فلسفۂ حیات اور معاشی اصول' یہ بھی انگریزی میں ہے۔ 'حرمتِ سود' یہ اردو میں ہے۔ 'حصولِ رزق' یہ بھی اردو میں ہے۔ 1989ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تحریک پر وقف کر کے تاشقند یونیورسٹی میں معاشیات کی تدریس کے لیے ازبکستان چلے گئے۔ وہاں چھ ماہ تک خدمات سرانجام دیں۔ پھر ایک کمیٹی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بنائی ہوئی تھی جو رہن اور سودی معاملات کے مسئلے پر غور کرنے کے لیے تھی۔ یہ علماء اور ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی تھی اور اس کی ایک سب کمیٹی بھی تھی اس کے آپ ممبر تھے اور میں نے بھی اس میں کچھ عرصہ ان کے ساتھ کام کیا ہے۔ بڑی گہرائی سے جیسا کہ میں نے کہا ہر بات کرتے تھے۔ بڑے ٹھوس دلائل کے ساتھ بات کرتے تھے۔ سودی نظام کے اوپر کئی مضامین انہوں نے مجھے بھی لکھ کر بھیجے ہوئے ہیں اور بڑے اچھے وہ مضامین ہیں۔ مزید اس پہ ان شاء اللہ غور ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ آئندہ جو سودی نظام کے خلاف، اس کے مقابلے پہ جو نظام پیش ہونا ہے اس میں ان کی بعض آراء کو بھی شامل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆...☆...☆

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

جائزہ لیں تو تکبر کی یہ مثالیں آپ کو ملتی چلی جائیں گی۔

پھر اس کی انتہا اس دائرے کی اس صورت میں نظر آتی ہے جہاں بعض قومیں اور ملک اور حکومتیں اپنے تکبر کی وجہ سے ہر ایک کو اپنے سے ہیچ سمجھ رہی ہوتی ہیں۔ اور غریب قوموں کو، غریب ملکوں کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھا ہوتا ہے۔ اور آج دنیا میں فساد کی بہت بڑی وجہ یہی ہے۔ اگر یہ تکبر ختم ہو جائے تو دنیا سے فساد بھی مٹ جائے۔ لیکن ان متکبر قوموں کو بھی، حکومتوں کو بھی پتہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تکبر کرنے والوں کے غرور اور تکبر کو توڑتا ہے تو ان کا پھر کچھ بھی پتہ نہیں لگتا کہ وہ کہاں گئے۔

(خطبہ جمعہ 29 اگست 2003ء بحوالہ الاسلام)

بقیہ: تأثرات و آراء...... از صفحہ 10

بیٹے اپنے دین کی طرف مائل کرے، اور اپنے فضلوں سے قبول حق کی انہیں توفیق عطا فرمادے، آمین

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار
گلشن احمد بنا ہے مسکن باد صبا
جس کی تحریکوں سے سنتا ہے بشر گفتار یار

دعاؤں میں سب ہمیں اور اہل خانہ کو یاد رکھا کریں۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store GET IT ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

کے منہ سے ہی بات نکلوائی جائے۔ (یعنی علماء بات نہیں مانتے۔ علماء سے یا مولویوں سے بات منوانے کا طریقہ یہ ہے کہ انہی کے منہ سے بات نکلوائی جائے اور جو طریقہ اُس شخص نے پیش کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے آیا تھا یہ تھا کہ) جب آپ کو وفات مسیح کا مسئلہ معلوم ہوا تھا تو آپ کو چاہئے تھا کہ چیدہ چیدہ علماء کی دعوت کرتے اور ایک میٹنگ کر کے یہ بات ان کے سامنے پیش کرتے کہ عیسائیوں کو حیات مسیح کے عقیدے سے بہت مدد ملتی ہے اور وہ اعتراض کر کے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارا نبی فوت ہو گیا اور ہمارے مذہب کا بانی آسمان پر ہے۔ اس لئے وہ افضل بلکہ خود خدا ہے۔ اس کا کیا جواب دیا جائے۔ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام علماء کو اکٹھا کر کے یہ پوچھیں کہ یہ بات ہے بتاؤ اس کا کیا جواب دیا جائے۔ تو وہ شخص کہنے لگا کہ) اُس وقت علماء یہی کہتے کہ آپ ہی فرمائیے اس کا کیا جواب ہے۔ آپ کہتے کہ رائے تو دراصل آپ لوگوں کی ہی صائب ہو سکتی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ تجویز پیش کر رہا ہے کہ آپ یہ کہتے کہ) فلاں آیت سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہو سکتی ہے۔ علماء فوراً کہہ دیتے کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ بسم اللہ کر کے اعلان کیجئے۔ ہم تائید کے لئے تیار ہیں۔ پھر اسی طرح یہ مسئلہ پیش ہو جاتا کہ حدیثوں میں مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر ہے مگر جب مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے تو اس کا کیا مطلب سمجھا جائے گا۔ اس پر کوئی عالم آپ کے متعلق کہہ دیتا (کہ) آپ ہی مسیح ہیں اور تمام علماء نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دینی تھی۔ یہ تجویز سن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میرا دعویٰ انسانی چال سے ہوتا تو بیشک ایسا ہی کرتا مگر یہ خدا کے حکم سے تھا۔ خدا نے جس طرح سمجھایا اسی طرح میں نے کیا۔ تو (حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ) چالیں اور فریب انسانی چالوں کے مقابل پر ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی جماعتیں ان سے ہرگز نہیں ڈر سکتیں۔ یہ ہمارا کام نہیں خود خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 12 صفحہ 196-197۔خطبہ جمعہ فرمودہ 15 نومبر 1929ء)

اور آجکل بھی اسی طرح بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یوں نہ کیا جائے، یوں دعویٰ کیا جائے، نبی نہ مانا جائے صرف مجدد کہا جائے تو مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ خود میرے سے بھی یہاں ایک شخص مسلمان رسالے کے انٹرویو لینے آئے تھے۔ کہتے ہیں اگر آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی نہ مانیں تو کیا فرق پڑتا ہے؟ پھر علماء آپ کے خلاف نہیں رہیں گے۔ تو اس کو میں نے بڑا سمجھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ جواب دیا کہ جو اللہ نے کہا ہے وہ مانا جائے یا تمہارے علماء کی بات مانی جائے لیکن بہر حال ان کو سمجھ نہیں آتی۔

(خطبہ جمعہ 27/ فروری 2015ء)

اعلانِ ولادت

مکرم منصور احمد مبشر مربی سلسلہ Strasbourg،France سے اعلان بھجواتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مؤرخہ 12 نومبر 2020 کو تیسرے بیٹے سے نوازا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ پہلا بیٹا منیف منصور احمد جبکہ دوسرا بیٹا مودود منصور احمد ہے۔ دونوں اللہ کے فضل سے وقف نو میں شامل ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت اس کی پیدائش سے قبل اس کو تحریک وقف نو میں قبول فرمایا اور برہان منصور احمد نام عطا فرمایا تھا۔

نومولود مکرم نصیر احمد شاہد مشنری انچارج فرانس کے پوتے اور مکرم فضل الرحمن انور صاحب آف ہمبرگ جرمنی کے نواسے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کو نیک، خادم دین، اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور صحت و سلامتی والی فعال زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔

درخواستِ دعا

مکرم عطاء العلیم ابن محمد عاصم حلیم معلم وقف جدید (پینشنر) اعلان بھجواتے ہیں کہ:

خاکسار کی والدہ محترمہ خالدہ عاصم عرصہ دراز سے باہر شوگر اور پاؤں پر زخم ہونے کی وجہ سے بیمار چلی آرہی ہیں ہر ممکن علاج جاری ہے.

مکمل صحتیابی کے لیے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور قارئین اور جملہ احباب جماعت سے عاجزانہ اور دردمندانہ درخواست دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے والدہ محترمہ کو شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے نیز اپنی جملہ فیملی کے لئے ہر قسم کی مشکلات و پریشانیوں سے محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ احمدیت کے غلبہ اور اسلام کی ترقیات کے جلد سامان پیدا فرمائے آمین

تأثرات و آراء

محترمہ مبارکہ شاہین صاحب ڈار مشنڈ جرمنی سے لکھتی ہیں:

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ بخیریت ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی سے رکھے۔ مقبول خدمت دین کی توفیق سے نوازتا رہے۔

الفضل کے اچھے اچھے مضامین پڑھ کر دل تو روز ہی چاہتا ہے کہ انکی تعریف کی جائے۔۔ اللہ تعالیٰ لکھنے والوں کو جزائے خیر سے نوازے، اور اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

باغبانی کے بارے میں بھی آپ کا اداریہ اور بعض دوسروں کے تاثرات پڑھ کر بہت مزا آیا۔ خاکسار کے پاس بھی پچھلے کچھ عرصہ سے چھوٹا سا گارڈن ہے۔ بہت اچھا لگتا ہے وہاں کام کرنا۔ صحت کے لئے بہت اچھا ہے۔ کافی پھول کھلتے رہے ہیں۔ ارد گرد کے گارڈن والی، جرمن، روسی، ترکی خواتین سے بھی رابطے ہوتے ہیں۔ نئی نئی اور مفید باتیں بھی سیکھنے کو ملتی ہیں، مثلاً پھلوں، سبزیوں کے چھلکے اب خاکسار ایک بالٹی میں جمع کرتی جاتی ہے، جس سے بایو کھاد تیار ہو جاتی ہے۔

ایک بہت پیاری بات آپ کے اداریہ میں پڑھی تھی کہ پودوں سے باتیں بھی کرنی چاہیے۔ خاکسار نے اسکا بہت خوب صورت تجربہ کیا ہے، جب بھی میں جا کہ پودوں کے پاس خوشدلی سے کھڑی ہوتی ہوں، دعائیں یا درود شریف پڑھتی ہوں تو وہ خوشی اور سرشاری سے جھومتے، لہلہاتے ہیں۔ انکا لہلہانا صاف محسوس ہوتا ہے۔ وہ بھی اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ بہر حال بہت لوگوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ سیر کی سیر، کام کا کام، فائدے کا فائدہ۔ پھول گھر میں بھی سجائیں، تحفہ بھی دیں۔ اب سردیوں میں مہینہ دو مہینے پہلے آہستہ آہستہ سب کاٹ چھانٹ کر گوڈی کی۔ پرانے پودوں سے نئی قلمیں تیار کر کے لگائیں، ارد گرد والوں سے تبادلے بھی ہو۔ اللہ پاک بہترین نتائج ظاہر فرمائے۔ اس پیاری جرمن قوم کے دل

بقیہ صفحہ 9 پر

07/دسمبر 2020ء

شہر		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	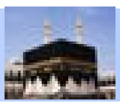	05:25	17:38
مدینہ منورہ	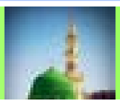	05:30	17:33
قادیان	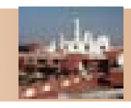	05:49	17:24
ربوہ		05:29	17:04
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:24	15:56